تعارف اور تبصرے

نام کتاب : ''تاریخ ادب اُردو ۱۷۰۰ء تک'' (تحقیق کے آئینے میں)
مصنفہ : ڈاکٹر ابرار عبدالسلام
ضخامت : ۲۱۶ صفحات
اشاعت اوّل : ۲۰۱۴ء
ناشر : ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی
مبصر : ڈاکٹر شاہ انجم، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج حیدر آباد (پھلیلی)

ڈاکٹر خلیق انجم نے ایک موقع پر لکھا ہے کہ: ''اُردو میں کچھ لوگ تحقیق کرتے ہیں اور کچھ اُن کی غلطیاں نکالتے ہیں۔'' زیرِ تبصرہ کتاب بھی اس بیان کی ہو بہ ہو تصویر دکھائی دیتی ہے، جس میں ڈاکٹر گیان چند جین اور ڈاکٹر سیّدہ جعفر کے تحقیقی تسامحات اور مغالطوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔

درحقیقت بات یوں ہے کہ اب سے پہلے غلطیوں کی نشان دہی کو بہ قول ڈاکٹر گیان چند 'تخریبی تحقیق' اور 'تخریبی انداز' سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ اغلاط گیری کے ساتھ ساتھ اگر معترض نے اپنی طرف سے صحیح معلومات اور مزید معتبر ماخذ کی نشان دہی متعد بہ مقدار میں کی ہے تو یہ تحقیق و تخریب برائے تعمیر ہے اسے تخریبی یا منفی تحقیق کہنے کے بجائے تصحیحی تحقیق کہنا مناسب ہوگا۔

عملی طور پر تو یہ اہم کام حافظ محمود خان شیرانی، قاضی عبدالودود اور رشید حسن خان اپنے اپنے انداز سے انجام دے چکے ہیں مگر ایسے امور کی انجام دہی کو مذکورہ بالا ناموں سے ہی یاد کیا جاتا تھا۔ لیکن ڈاکٹر گیان چند نے تحقیقی کاموں میں اغلاط کی نشان دہی اور درستی کو بجا طور پر تصحیحی تحقیق سے تعبیر کر کے ایک مناسب اصطلاح عطا کی ہے۔

جس طرح انسان سے خطا و نسیان کا ظہور میں آنا عین تقاضائے بشری ہے۔ اسی طرح کسی محقق

کے تحقیقی کاموں میں، سہو اور تسامح کا پایا جانا بھی کوئی اچنبھے کی بات نہیں ۔ چنانچہ ایسے کچھ سہو اور تسامح بعض احباب تحقیق کے بنیادی لوازم پر پورے طور پر عمل پیرانہ ہونے کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں یا پھر غیر سائنسی طریق تحقیق اختیار کرنے اور ناکافی مآخذ کے باوجود اخذ نتائج میں عجلت کرنے سے بھی ایسی غلطیاں تحقیقی کاموں میں در آتی ہیں ۔لیکن بعض اوقات مذکورہ اسباب کے نہ ہونے کے باوجود بھی تحقیق میں کچھ کمیاں رہ جاتی ہیں جنھیں محقق کے مغالطوں سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

چنانچہ تصحیحی تحقیق میں مذکورہ تمام اقسام کی اغلاط کی نشان دہی اور تصحیح و درستی شامل ہے جسے بعد کا محقق سرانجام دیتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں بھی ڈاکٹر ابرار عبدالسلام نے یہی ذمہ داری نبھاتے ہوئے تاریخ کے ریکارڈ کو درست رکھنے کی ایک مخلصانہ کوشش کی ہے۔ فاضل محقق کی اس کاوش کو ملاحظہ کرتے ہوئے ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے بجا فرمایا ہے کہ: ''ایک بہت لمبے زمانے کے بعد میں نے اس قسم کا گراں قدر تحقیقی کام دیکھا ہے۔''

زیر تبصرہ کتاب دراصل ڈاکٹر عبدالسلام کے درج ذیل مقالات کا مجموعہ ہے:

۱۔ ''تاریخ ادبِ اُردو، ۱۷۰۰ء تک۔ تحقیق کے آئینے میں''

۲۔ ''تاریخ ادبِ اُردو، ۱۷۰۰ء تک۔ میں منقول تاریخوں کا تحقیقی مطالعہ۔''

۳۔ ''عجلت میں لکھی گئی ایک غیر مستند ادبی تاریخ۔''

مذکورہ بالا مقالات پاکستان کے معروف تحقیقی پرچوں میں شائع ہو چکے ہیں ان کی اشاعت کے کوائف یوں ہیں:

(۱) ۲۰۰۶ء میں ''جرنل آف ریسرچ''، فیکلٹی آف لینگویجز اینڈ اسلامک اسٹڈیز بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان (۲) ۲۰۰۷ء میں ''دریافت'' نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد اور (۳) ۲۰۱۰ء میں ''بازیافت'' اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

مذکورہ بالا مقالات کو کتابی صورت میں پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر ابرار نے کچھ ترمیم و تنسیخ کے ساتھ ساتھ درج ذیل ابواب بندی سے بھی کام لیا ہے:

☆ باعثِ تحریر آنکہ ☆ تمہید: تاریخ ادب اردو ۱۷۰۰ء تک ☆ بنیادی مآخذ اور چشم پوشی ☆ ہجری اور عیسوی سنین: تناقص اور تضاد ☆ تاریخی مادے، صحت متن اور استنباط نتائج۔ تحقیقی تضادات کی بوالعجبیاں ☆ غلط منسوبات کی کارفرمائیاں ☆ اخلاقیاتِ تحقیق: کہ ہے یہ میرا کہا ہوا ☆ متنی نقائص: صحت اور صداقت ☆ تحقیقی تسامحات کی جلوہ نمائیاں ☆ فہرست کتب: چشم پریشاں، حواشی و حوالہ جات ☆ کتابیات۔

مذکورہ بالا عنوانات پر ایک نظر ڈالتے ہی کتاب کی کیفیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ دل چسپ امر یہ ہے کہ ڈاکٹر گیان چند جین نے زیر بحث تاریخ کو اب تک کے عہد کی لکھی ہوئی دکنی تاریخوں میں بہترین قرار دیا ہے (اردو کی ادبی تاریخیں ص ۸۷۲ بحوالہ کتاب ہذا ۴۶) جب کہ ڈاکٹر ابرار عبدالسلام فرماتے ہیں کہ:
''میرا غالب گمان یہ ہے کہ جتنی زیادہ تحقیقی اغلاط اس تاریخ ادب میں موجود ہیں۔ اب تک لکھی ہوئی تمام تاریخوں میں کسی تاریخ میں اتنی اغلاط موجود نہیں ہوں گی۔'' (ص ۴۶)

فاضل محقق نے ڈاکٹر گیان چند کے موقف کو صرف مسترد ہی نہیں کیا بلکہ بہ دلائل اپنے موقف کو ثابت بھی کیا ہے۔ آپ نے ڈاکٹر گیان چند کے متنازع بیانات کا جائزہ لیتے ہوئے ایسے ۳۶۱ مقامات کو واضح کیا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر خامیوں کی بھی علاحدہ علاحدہ فہرست سازی کی ہے۔ ذیل میں چند مثالیں بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کی جاتی ہیں۔

☆ ''شاہ راجو قتال ۲۰ رمضان ۷۳۵ھ کو دہلی سے روانہ ہوئے اور سات سو کوس کا فاصلہ چار ماہ میں طے کرتے ہوئے ۷ محرم ۷۳۵ھ کو دولت آباد پہنچے۔'' (تاریخ ادب اردو ۱۷۰۰ء تک جلد دوم ص ۲۷)

فاضل محقق تبصرہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ: ''رمضان ۷۳۵ھ میں دہلی سے روانہ ہونا اور محرم ۷۳۵ھ میں دولت آباد پہنچنا چہ معنی دارد؟ کیا تاریخ اُلٹا چلنا شروع ہوگئی؟'' (ص ۱۴۶، کتاب ہذا)

خواجہ بندہ نواز کے حوالے سے مذکورہ تاریخ میں درج ہے کہ: ''اسم گرامی محمد اور کنیت ابوالفتح تھی۔
(جلد دوم ص ۳۳)

جب کہ فاضل محقق تصحیح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''خواجہ بندہ نواز کا اسم گرامی سید محمد حسینی ہے۔
(حیات بندہ نواز ۱۵۹)[ص ۱۴۷، ایضاً]

☆ ''نصرتی نے ''سکندر نامہ'' میں عادل شاہی حکومت کے اس آخری بڑی معرکہ آرائی کا حال نظم کیا ہے۔
(جلد دوم ص ۳۰۰)

ڈاکٹر ابرار عبدالسلام حقیقت حال روشن کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:
''یہ مثنوی کا نام ہے۔ جسے غلط نقل کیا گیا ہے۔ صحیح نام ''تاریخ اسکندری'' ہے۔ نصرتی نے اپنے ایک شعر میں اس نام کو استعمال کیا ہے۔

کہنہار یو تاریخ اسکندری
لگے جس کی گفتار یوں سرسری

ابراہیم زبیری نے بھی ''بساطین السلاطین'' میں اس کا نام ''تاریخ اسکندری'' ہی لکھا ہے (نصرتی

ص۲۲۰) [کتاب ہٰذا، ص ۱۶۷]

بلاشبہ ڈاکٹر صاحب نے بڑی محنت اور جانفشانی سے یہ کام سرانجام دیا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس کام کے دوران انھوں نے تحقیقی شک کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے حقائق کی بازیافت کی ہے۔ فاضل محقق نے جس آزادی کے ساتھ اور مرعوب ہوئے بغیر اپنی جستجو کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے، وہ یقیناً آج کے طالب علموں کے ساتھ ساتھ بہت سے ایسے محققین اور اہل نقد کے لیے بھی قابل تقلید مثال ہے جو بڑے بڑے ناموں سے منسوب ہر تحریر پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لیتے ہیں اور اگر کہیں محلِ نظر مقامات سے آگاہی ہو بھی جائے تو مصلحتوں کا شکار ہو کر اظہار حق میں جرات سے کام نہیں لیتے۔

اگر دیکھا جائے تو اغلاط گیری یعنی تصحیحی تحقیق کا یہ کام اتنا آسان بھی نہیں ہے۔ معترض پر اگر ایک طرف درست ترین معلومات فراہم کرنے کی ذمے داری عائد ہوتی ہے تو دوسری طرف اس پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اخلاق و احترام اور شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔ محقق صرف خامیاں ہی نہ دکھائے بلکہ خوبیاں بھی دکھائے۔